قسم کے شرک کی نجاست سے پاک و منزہ رہے ہیں لہٰذا اُن روایات کی موجودگی میں اس بے سروپا قصہ کا یقین نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے اہل جاہلیت جن امور کو کیا کرتے تھے میں نے ان میں سے کبھی کوئی جاہلیت کا کام نہیں کیا البتہ دو مرتبہ اس سلسلہ میں ارادہ کیا تھا مگر دونوں مرتبہ میرے اور میرے ارادہ کے درمیان اللہ تعالیٰ آڑے آگیا (یعنی میں ان دونوں مرتبہ بھی امور جاہلیہ سے محفوظ رہا) اس کے بعد پھر کبھی ایک مرتبہ بھی میں نے کسی ایسے امر کا ارادہ نہیں کیا حتیٰ کہ وہ وقت آپہنچا کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف رسالت سے مشرف فرمایا۔ ایک مرتبہ میں نے قریش کے ایک ہم جولی لڑکے سے جو میرے ساتھ مکہ کی وادیوں میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہا کہ آج تو میری بکریوں کی بھی اگر نگرانی کرے تو میں مکہ میں جاکر دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عیش و طرب کی محفل میں شریک ہوں۔ اس لڑکے نے بخوشی منظور کر لیا اور میں روانہ ہو گیا اتفاق وقت کہ آبادی کے شروع ہی میں ایک مکان سے دف اور مزامیر کی آوازیں آرہی تھیں میں نے پوچھا یہاں آج یہ کیسا طرب کا سامان ہے کہنے والوں نے کہا کہ فلاں شخص کی فلاں لڑکی سے شادی ہو رہی ہے۔ یہ سب اسی خوشی میں ہو رہا ہے میں اسی ارادہ سے بیٹھا ہی تھا کہ اس کی سیر کروں کہ قدرت الٰہی نے مجھ پر نیند کا ایسا غلبہ طاری کر دیا کہ بیٹھتے ہی مجھ کو اسی آن نیند آگئی اور ایسا سویا کہ صبح دھوپ آجانے تب آنکھ کھلی۔ پھر آکر اپنے ساتھی کے پاس پہنچا اس نے پوچھا رات کا حال سناؤ

ؔ رواہ البیہقی فی سننہ والحاکم وابن راہویہ فی مسندہ وابن اسحٰق فی سیرتہ وابن عساکر فی تاریخہ وابو نعیم فی دلائل النبوۃ وسندہ صحیح متصل عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

میں نے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہ سن سکا اور نیند کا واقعہ اس کو سنایا۔ اسی طرح ایک رات کو بکریاں اُس کے سپرد کر کے مکہ پہنچا اور محفلِ طرب میں شرکت کی غرض سے بیٹھا ابھی بیٹھنے ہی پایا تھا کہ پہلے کی طرح پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند کو مسلط کر دیا خدا کی قسم ایسا سویا کہ سورج کی تمازت ہی نے جگایا واپس آیا تو اپنے نوجوان ساتھی سے سارا قصہ نقل کیا اُس کے بعد شرفِ رسالت سے مشرف ہونے تک پھر کبھی جاہلیت کے کسی کام کا ارادہ تک بھی دل میں پیدا نہیں ہوا تفصیل کے لئے دیکھو امام بیہقی کی سنن کبریٰ اور ابو نعیم کی دلائل النبوۃ

(۲) حضرت علیؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کبھی آپ نے بت کی پرستش کی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کبھی نہیں۔ یا رسول اللہ کبھی آپ نے شراب پی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی نہیں (دلائل النبوۃ جلد اول، تاریخ ابن عساکر)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زید بن عمرو بن نُفَیل اس جانور کے گوشت کھانے کو معیوب سمجھتے تھے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ میں نے مدت العمر اس جانور کا گوشت نہیں کھایا جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسالت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ (دلائل النبوۃ جلد اول)

(۴) حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایک پڑوسی سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک مرتبہ سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔ اے خدیجہ خدا کی قسم میں نے کبھی لات کی پرستش نہیں کی۔ خدا کی قسم میں نے کبھی عزیٰ کی پرستش نہیں کی۔ (مسند احمد)

(۵) بیہقی نے زمانۂ نبوت سے قبل کے واقعات نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے کہ زید بن حارثہ آپ کے ساتھ جا رہے تھے جاتے جاتے ایک بت نظر پڑا تو زید (جو کہ ابھی بچہ تھے) اس کو چھونے لگے آپ نے ان کو چھونے سے منع کیا اور فرمایا کہ کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ (نسیم الریاض)

(۶) بحیرا نے دوران گفتگو میں (لات و عزیٰ کا ذکر کر کے) آپ کو جانچا آپ نے فرمایا تم میرے سامنے لات و عزیٰ کے متعلق کوئی تذکرہ نہ کرو بخدا ان ہر دو بتوں سے میں تمام بری چیزوں سے زیادہ بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ (شفاء)

(۷) آپ کو ایک مرتبہ لڑکپن میں آپ کے چچا زبردستی اپنی ایک عید کے موقعہ پر لے گئے آپ فرماتے ہیں کہ میں گزرا بھی اس بت کے قریب چلا جاتا جس کے سامنے میلہ لگ رہا تھا فوراً اسی وقت ایک نورانی شکل نمودار ہوتی اور مجھ کو چیخ کر ہٹا دیتی اور کہتی کہ ہرگز اس بت کو ہاتھ نہ لگانا اس کے بعد پھر کبھی نبوت سے سرفرازی تک میں ان کی کسی عید میں شریک نہ ہوا (طبقات ابن سعد قصہ صنم بوانہ)

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ آپ زمزم کے قریب اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ اس جگہ کھڑے تھے جہاں اساف بت نصب تھا فوراً پہلے آپ کی چشم مبارک ایک لمحہ کے لئے کعبہ کی جانب اٹھی اور اس کے فوراً بعد آپ جلدی سے ہٹ گئے۔ چچازاد بھائیوں نے پوچھا کیوں یہ کیا حال ہے! فرمایا کہ مجھے اس بت کے قریب کھڑے ہونے کی ممانعت کی گئی ہے۔ (دلائل البیہقی)

(۹) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب قریش کے زمانہ میں کعبہ کی تعمیر شروع ہوئی تو حضرت عباس اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (چچا بھتیجے) اس کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا

اٹھا کر لا رہے تھے حضرت عباس نے آپ سے کہا کہ تہ بند کھول کر کاندھے پر رکھ لو تو پتھر کی رگڑ سے محفوظ رہو گے۔ آپ نے ایسا کیا تو فوراً بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور آنکھیں آسمان کی طرف دیکھتی رہیں تھوڑی دیر میں جب افاقہ ہوا تو آپ نے تہ بند کو بار بار مانگا۔ فوراً ہی آپ کے تہ بند باندھ دیا گیا (بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ) اور قسطلانی نے اسی حدیث کے ذیل میں ابو الطفیل کی حدیث نقل کی ہے جو اسی واقعہ سے متعلق ہے اس میں ہے نُودِيَ يَا مُحَمَّدُ غَطِّ عَوْرَتَكَ (الحدیث) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ستر کو چھپاؤ۔

(۱۰) خواجہ ابو طالب ایک مرتبہ اپنے بھائی حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبل از نبوت زندگی کے وقت کی سوسائٹی کے خلاف تعجب خیز، حیرت انگیز حالات سنا کر ابتدائی زندگی کی طہارت و تقدیس پر فخریہ اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے اس کو نہ کبھی جھوٹ بولتے دیکھا، اور نہ کھل کھلا کر ہنستے، نہ اس میں زمانۂ جاہلیت کا کوئی چلن دیکھا اور نہ بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول پایا۔

ان صاف، صریح، اور صحیح روایات کے بعد معاملہ کی اصل حقیقت پر نظر ڈالیے اور پھر ابن کلبی کی بے جا جسارت، بہتان طرازی، اور غلط بیانی کو دیکھئے۔ پہلی روایت جو "روایت و درایت کے اعتبار سے محدثین و ارباب سیر کے یہاں مسلّم ہے" خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس صداقت کا اعلان کرتی ہے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال کی پوری زندگی میں شرک، صنم پرستی جیسی ملوث چیزوں کا اس مقدس ہستی نے تصور تک نہیں کیا بلکہ کسی معمولی سے معمولی عمل کو بھی اختیار نہیں کیا پاکیزگی

کے صرف دو لمحے ایسے گزرتے ہیں جن میں تقاضائے بشری تحریک کرتا ہے کہ شہر
کی متمدن زندگی کے درمیان کسی عیش و طرب کی مجلس میں لطف اٹھائیں مگر ربِ کریم
کو کچھ اور ہی منظور ہے وہ نہیں چاہتا کہ جس کی زندگی دنیا کے لیے ہدایت و رحمت بنائی
جانے والی ہے اُس کا ایک لمحہ بھی تاریکی کے کسی گوشہ اور جہالت کے کسی شوشہ
سے روشناس ہو، آفتاب، ظلمت کا پرستار کیسے ہو جائے؟ نور، تاریکی سے
کیونکر بدل جائے؟ اُس نے حفاظت کی اور زندگی پاک کے ان دونوں لمحات
میں یہ قدرت نے ایسا تھپک کر سلا دیا کہ سپیدۂ صبح کی نمود سے پہلے آپ بیدار
نہ ہو سکے۔

سیرت کی دوسری روایت جس کے راوی خاندانِ نبوت کے سب سے بڑے
راز دان حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں" تصریح کرتی ہے کہ آپ نے تمام عمر
نہ کبھی بت پرستی کی، نہ شراب خواری جو کہ اسلام کے اولین دور میں بھی مباح
رہی ہے اور عرصہ کے بعد جس کی حرمت نازل ہوئی ہے۔ کیا امورِ جاہلیہ سے اس
وجود اور سلیم الفطرت ہستی کی نفرت و عداوت کا ثبوت اس سے اور زیادہ مطلوب
ہے؟ یا للعجب! ابن کلبی کہتا ہے کہ آپ نے عزّیٰ پر بھینٹ چڑھائی جب کہ آپ
اپنی قوم کی ملت پر تھے (العیاذ باللہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
آپ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر میں کبھی بتوں کی بھینٹ کی
تھالی کا گوشت نہیں کھایا۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ آپ بت پرستی کے ان مراسم کو
نفرت سے دیکھتے اور نجس و ناپاک سمجھتے تھے۔

اور کیا حضرت عروہ کی اس صحیح روایت (مثلاً) کے لیکن جگہ آپ نے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے خدا کی قسم کھاکر فرمایا کہ میں نے کبھی لات و عزیٰ کی پرستش نہیں کی ہے اور اسی طرح بحیرا راہب کے واقعہ (روایت ۳) میں اس تصریح کے بعد لات و عزیٰ کا ذکر بھی میرے سامنے نہ کرو اس لیے کہ جس قدر ان دونوں سے مجھے بغض ہے کسی دوسری چیز سے اتنی نفرت نہیں ہے ۔ ابن کلبی کی اس لغو بیانی کی پرکاہ کی برابر بھی وقعت ہو سکتی ہے ؟ آپ کی مقدس زندگی اور کسی بت کے لئے بھینٹ؟ (العیاذ باللہ) آپ کے شرف صحبت کا سایہ بھی اگر کسی پر پڑ گیا ہے تو اس کی زندگی بھی قوم کی جاہلانہ و مشرکانہ رسوم سے یکسر پاک اور طاہر ہو گئی ہے ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ (روایت ۳) سامنے ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ شرک و توحید کے فرق سے ناآشنا، توحید و عبودیت کے مسائل سے ناواقف" زید" ایک بت کو دیکھتا اور آگے بڑھ کر صرف اس کو چھونا چاہتا ہے، مگر رحمت عالمیان، سرور کون و مکاں (جو ابھی شرف رسالت سے مشرف نہیں ہوئے) اس کو پیچھے ہٹا لیتے اور سختی سے ہدایت کرتے ہیں کہ کبھی کسی بت کو ہاتھ نہ لگانا۔

بچپن کی زندگی کا حال گھر والوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے ؟ آپ کی پھوپی "ام ایمن" سے دریافت کرو کہ وہ (روایت ۳ میں) اس مقدس وجود کے زرکین کے زمانہ کا حال کیا بیان کرتی ہیں خود نہیں گھر والوں کے اصرار پر، مرضی سے نہیں دل کی نفرت و بیزاری سے ایک میلے میں بندگان خاندان کے ہمراہ ہیں۔ اہل خاندان ایک بت کے سامنے نیاز مندانہ حاضر ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ بھی ان کا ساتھ دیں۔ مگر اوہ سے قبل بچپن ہی کا زمانہ مودار ہوتا ہے اور ذات اقدس کو اس سے باز رہنے کی وابستگی ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ میرے باز رکھتے ہیں اس کو کیا علم

ہے ؟ مگر فطری استعداد، اور دہی سلامت قلب اس تنبیہ سے بیدار ہو جاتی ہے اور آپ اس جاہلانہ عید کی شرکت سے سختی کے ساتھ انکار کر دیتے اور واپس چلے آتے ہیں۔

اور پوچھو آپ کے بنی عم سے 'دریافت کرو ابن عباس سے (روایت میں) وہ بیان فرماتے ہیں۔ بچپن کا عالم ہے زمزم کے قریب اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہیں سامنے "اساف" ہے مگر قلب منور، سینۂ روشن، درج مطہر، ظلمت و تاریکی کے اس مجسمہ کی قربت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ نگاہ یک بیک کعبہ کی جانب اٹھ جاتی ہے اور ہادیٔ مطلق کا فرشتۂ رحمت آپ کے کان میں کہتا ہے کہ تیرا وجود ظلمات کی ان نجاستوں کو فنا کرنے آیا ہے اس لیئے یہ جسمانی قربت کیسی؟ آپ کچھ دیکھتے ہیں مگر ابھی جانتے نہیں۔ آپ کچھ سنتے ہیں مگر ابھی پہچانتے نہیں۔ مگر نوید کمال نبوت، اور مستور نور رسالت، رہنمائی کرتے ہیں اور آپ فوراً ہٹ جاتے، اور اپنے عزیزوں کے دریافت کرنے پر اصل حال سے مطلع فرماتے ہیں۔

اور کیا ابو طالب سے نہیں سنا کہ انھوں نے حضرت عباس سے کیا کہا؟ اور اپنے پیارے یتیم بھتیجے کے بچپن کے کمالات کا اظہار کن الفاظ میں کیا؟ ابو طالب کی زبان زندگی مبارک کے پاک حالات میں رطب اللسان ہے بیان کرتے ہیں اور خود ہی حیرت میں آ جاتے ہیں، تعجب کرتے ہیں، فخر کرتے ہیں اور خوش ہو کر ان الفاظ کے ساتھ اپنے بیان کو ختم کرتے ہیں، میں نے نہ تو کبھی اس کو جھوٹ بولتے دیکھا، نہ کبھی بے تحاشا ہنستے دیکھا، نہ بچوں کی طرح کھیلتے دیکھا اور جاہلیت کے کاموں میں سے کسی کام کو کرتے دیکھا، ابو طالب، چچا، میمونہ بھوپی، ابن عباس

چچازاد بھائی، خدیجہ، زوجۂ مطہرہ تو یہ فرمائیں کہ اس ذات قدسی صفات کی ساری زندگی تبوں سے بیزار، لہو و لعب سے متنفر، جاہلیت کے کاموں سے یکسر پاک گذری اور ابن کلبی بے سند، بے دلیل جسارت و بے باکی سے یہ کہے کہ آپ نے "عزیٰ" کی نذر ایک بکری کی تھی۔

یہ روایات اگرچہ صحیح ہیں، صاف اور صریح ہیں، روایت و درایت کے اعتبار سے بے غل و غش ہیں اور ابن کلبی جیسے شخص کی بے سروپا اور بے سند روایت کی تردید کے لئے کافی اور تسلی بخش ہیں مگر قبولیت و شہرت کے اس درجہ کو نہیں پہنچیں جو بخاری و مسلم کی روایات کو حاصل ہے تو کیا پھر بخاری " جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا درجہ رکھتی ہے " آپ کی قبل نبوت زندگی کی معصومیت، تقدس و طہارت شرک و جہالت کی آلودگیوں سے بے لوثی کے اثبات کے لیے خاموش ہے۔ نہیں ہرگز نہیں!

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) راوی ہیں کہ جب قریش، کعبہ کی دوبارہ تعمیر میں مشغول تھے تو آپ کی نوعمری کا زمانہ تھا آپ بھی اپنے چچا عباس کے ہمراہ پتھر لانے میں مشغول تھے بزرگ اور شفیق چچا نے جاہلیت کے دستور کے مطابق نصیحت کی کہ تہ بند کھول کر کاندھے پر رکھ لو تاکہ پتھر کی رگڑ نہ لگے۔ سعادت مند بھتیجے نے تعمیل کی ہی تھی کہ فطرت سلیم پر چوٹ لگی اور بے ستری نے آپ کو بیہوش کر دیا آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں گویا کہ تنبیہ کا نظارہ کر رہی تھیں ہوش میں آئے تو فوراً تہ بند مانگا اور ستر ڈھک لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد کبھی جاہلیت کی یہ رسم آپ نے اختیار نہ کی۔

جس زمین میں عریاں ہو جانا کوئی اہم بات نہ ہو، وقت کی سوسائٹی میں معیوب نہ ہو شرافت و نجابت جس کو عار نہ سمجھتی ہو، امیر و غریب، سب ہی اس میں مبتلا

ہوں یہ کیا قدرت کی کرشمہ سازی ہے کہ سارے عرب میں، عرب کے بہترین خاندان قریش میں، قریش کے سرداروں اور امیروں میں جو چیز صبح سے شام اور شام سے صبح تک روزمرہ کی زندگی کا معمولی واقعہ بن گئی ہو۔ عبد المطلب اور عبد اللہ کے در یتیم "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی نفرت کی چیز بن جائے کہ فطرت سلیم اُس کو برداشت نہ کر سکی اور حیاء و حجاب کی نورانیت نے اس قدر مضطرب و بیقرار کر دیا کہ بیہوش ہو گئے"۔ تو کیا جس ہستی کے لئے قدرت نے "آنے والے عظیم الشان منصب کی خاطر" یہ بھی گوارا نہ کیا کہ وہ جاہلیت کی اس معمولی رسم کو بھی جو عفت کے خلاف اور غیرت کے منافی ہے کسی ذی ہوش کو یہ باور ہو سکتا ہے کہ اس کو یہ قدرت نے اسکے لئے آزاد چھوڑ دیا تھا " عزیٰ " پر نذریں چڑھائے اور ملت قوم کا ساتھ دیکر مشرکانہ رسوم ادا کرے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

بہر حال ان ہی صحیح روایات کی بنا پر مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ "نبی" "رسول" اور "پیغمبر" زمانۂ نبوت سے پہلے بھی شرک کی تمام آلودگیوں اور جاہلیت کی رسوم سے اُسی طرح معصوم، پاک اور مطہر ہوتا ہے جس طرح نبوت و رسالت سے سرفرازی کے بعد معصوم سمجھا جاتا ہے اس لئے تمام جلیل القدر مفسرین آیۂ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (اور پایا تم کو ناشناس راہ پس ہدایت دی) کے تحت میں تصریح کرتے ہیں۔ اس شخص کی بات کسی طرح قابل توجہ نہیں جو یہ کہتا ہے کہ اسلام سے قبل (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی ملت و شرک پر گامزن تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسلام کی راہ دکھائی"۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح تمام انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پیدائش ہی سے توحید کا یم

رہتے ہیں اور اسی بارے ہیں نبوت سے قبل اور بعد کے درمیان مطلق کوئی فرق نہیں ہے اور بلا ریب و شک تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت سے قبل اللہ کی توحید اور صفات کے صحیح علم سے واقف اور ناواقفیت سے معصوم ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قریش مکہ نے آپ پر عیب تراشنے اور تہمتیں لگانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تو بھلا جو قوم غلط عیب جوئی اور اتہامات سے باز نہ رہی ہو وہ اگر یہ دیکھتی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ایک عرصہ تک اُن ہی کے دین پر رہے اور اُن ہی کی طرح مشرکانہ رسوم انجام دیتے رہے یا کبھی ایک مرتبہ بھی آپ کو اس قسم کے کسی عمل میں مبتلا پاتے تو ناممکن تھا کہ وہ دعوتِ نبوت کے زمانہ میں عیب گوئی اور نکتہ چینی نہ کرتے اور الزام نہ دیتے کہ یہ وہی بت ہیں جن کے سامنے ایک زمانہ تک تم نے بھی سر نیاز جھکایا اور ان پر چڑھاوے چڑھائے ہیں۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ قریش کے تمام اتہامات اور الزامات کا دفتر اس الزام سے خالی ہے اور وہ کیسے کہہ سکتے تھے جبکہ وہ جانتے اور یقین رکھتے تھے کہ اس ہستی نے تمام عمر کبھی ان مشرکانہ رسوم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور کبھی ان کو اختیار نہیں کیا۔

اور زمخشری کہتا ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چالیس سال تک اپنی قوم کے طریقہ پر رہے اگر اس کہنے سے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس مدت میں وحی الٰہی کا کوئی تعلق آپ سے نہیں ہوا تو صحیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ آپ اپنی قوم کے مذہب (شرک) پر رہے تو بیا وہ بجز ایہ بہتان ہے اس لئے کہ تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نبوت سے پہلے اور بعد چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے گناہوں کی آلائش سے پاک اور معصوم ہونا اس قدر ثابت ہے چہ جائیکہ وہ کفر یا اللہ کی توحید اور اس کی خالقیت و

یکتائی کے عقیدہ سے بے بہرہ ہوں یا اس کے خلاف شرک میں مبتلا ہوں۔

شاید تم کہو کہ پھر "ووجدک ضالا" کے معنی کیا ہیں۔ اس کے متعلق مفسرین نے لغت عربی، محاورۂ عرب، امثالِ عرب، اور روایات و درایات صحیحہ کی روشنی میں بہت کافی بحث کی ہے جس کے لئے خازن، روح المعانی، ابن کثیر، بحر محیط، کبیر، اور المنار وغیرہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ مگر علم تفسیر کے سب سے بڑے اصول "یعنی القرآن یفسر بعضہ بعضا" قرآن خود اپنی ایک آیت کی دوسری آیت کے ذریعہ تفسیر کر دیتا ہے، کے مطابق ہمارے لیے سب سے بہتر اور شافی جواب یہ ہے کہ اس آیت کے صاف اور سادہ معنی وہی ہیں جو قرآن عزیز کی اس آیت "وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان" اور تو (سرفرازی نبوت سے پہلے) نہیں جانتا تھا کہ خدا کی کتاب (قرآن) اور وحی کے ذریعہ بتایا ہوا ایمان کیا ہے میں آپ کی قبل از نبوت زندگی کا حال بیان کیا ہے یعنی عیاذاً باللہ آپ کی گم کردہ راہی یہ نہ تھی کہ آپ مشرکین مکہ کے مذہب و ملت پر مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے۔ بلکہ تمام زندگی کے تقدس و طہارت، شرک سے نفرت، استغراق محبت الٰہی، غار حرا میں خلوت کی شبہائے عبادت کے باوجود خدا کی بخشی ہوئی کتاب "قرآن" اور وحی کے ذریعہ اس کے بتائے ہوئے حقائق ایمان کے بغیر آپ گم کردہ راہ اور متحیر تھے اور جب اس نے یہ دونوں چیزیں آپ کو بخش دیں تو پھر آپ ہدایت کے وہ معنی پا گئے جو بغیر موہبت ربانی اور عطیۂ الٰہی کے کسی کے حصے میں نہیں آتی۔ "وان کنت من قبلہ لمن الظالمین"، "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"، "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم"۔

تصحیح

برہان بابت فروری میں جناب بسمل شاہجہانپوری کی ایک نظم پیغمبر اسلام کی امنگ شائع ہوئی تھی نظم کا پہلا مصرعہ یوں ہے۔ اے کہ ہر رازِ مشیت ہے نظر میں تیرا

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

(۲)

(از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

لیکن بادشاہ سلامت جہاں ہندوستان کے حکام اعلیٰ سے اپنی شکایات کو دور کرانے اور اپنے دعوے کو منوانے کی آخری کوشش کر رہے تھے وہاں انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر یہاں کی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں تو وہ انگلستان کے حکام اعلیٰ تک اپنے معاملات کو فیصلہ کے لئے پہنچائیں گے۔ جب مندرجہ بالا مراسلہ حکومت کی طرف سے ان کو موصول ہوا تو اس کے بعد ہی بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ گورنر جنرل عنقریب انگلستان کے سفر پر روانہ ہونے والے ہیں۔

چنانچہ شہنشاہ نے اُن کو خط لکھا جس میں درخواست کی کہ ہمارے معاملات کو بوجہ احسن آپ طے کریں اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو آپ انگلستان کے افسران بالا کی خدمت میں شاہی مطالبات اور واقعات کو اصلی رنگ میں پیش کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے بادشاہ اس خدمت پر راجہ رام موہن رائے کو مامور کرنے کا ارادہ رکھتے تھے

بالآخر جب گورنمنٹ کا فیصلہ موصول ہوگیا تو بادشاہ نے راجہ رام موہن رائے کو یہ اہم خدمت سپرد کی کہ وہ انگلستان جاکر شہنشاہ کے مطالبات کے متعلق ان کی

وکالت کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ رام موہن رائے پہلے ہی سے اس خدمت کے لئے تیار کر لئے گئے تھے۔

مارچ ۱۸۲۹ء کی ابتدا میں راجہ رام موہن رائے کو شاہی دربار سے تقرر کی سند عطا ہوئی اُن کو یہ حکم دیا گیا کہ ایک عرضداشت شہنشاہ کی طرف سے فارسی اور انگریزی میں تیار کریں۔ جب یہ عرضداشت تیار ہو گئی تو بطور ایلچی ان کو ولایت بھیجدیا اس موقع پر دربار شاہی سے رام موہن رائے کو راجہ کا خطاب عطا اور گورنمنٹ سے منظوری کے لئے کہا گیا۔

لیکن گورنمنٹ نے ان کی تقرری اور خطاب دونوں کی منظوری سے انکار کر دیا۔ اپنے مراسلہ میں ریذیڈنٹ دہلی کو گورنمنٹ نے ہدایت کی کہ وہ بادشاہ کو مطلع کر دے کہ گورنمنٹ اس عرضداشت کو بہ نظر حیرت و استعجاب دیکھتی ہے جس میں بقول اس کے کمپنی کے خلاف شاہی معاہدوں کی خلاف ورزی کے انتہائی سخت اور بے اصل الزامات عاید کئے گئے ہیں بادشاہ کے ولایت کو سفیر بھیجنے پر گورنمنٹ سخت چراغپا ہوئی کیونکہ ان کی نظر میں یہ عمل غیر معمولی تھا لیکن اس نے دانشمندانہ طرز اختیار کیا اور ریذیڈنٹ کو یہ ہدایت کی کہ وہ بادشاہ کو مطلع کرے کہ اسے اس طرزِ عمل کا پورا اختیار ہے۔

پھر بھی گورنمنٹ کو بے چینی تھی اور بادشاہ سے یہ یقین چاہتی تھی کہ آیا راجہ رام موہن رائے کو بادشاہ نے حقیقتاً اپنا سفیر بنایا ہے جب ریذیڈنٹ نے بادشاہ سلامت سے استفسار کیا تو انھوں نے اُسے یقین دلا دیا کہ درحقیقت انھوں نے رام موہن کو سفیر مقرر کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ جو عرضداشت شاہی جاہ و مرتبت کے حسب حال تھی گورنمنٹ کی نظر میں قابلِ اعتراض تھی۔ بادشاہ سلامت نے تحریر کیا کہ